از شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مد ظلہٗ

ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

اسلام انسانیت کیلئے عزّت اور سرخروئی کا پیغام

خطبۂ جمعہ ۱۰ر اگست ۱۹۷۴ء جامعہ اسلامیہ، راولپنڈی صدر

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقون لا یفقھون وقال عمر رضی اللہ عنہ الحمد للہ الذی اعزنا اللہ بالاسلام۔

میرے محترم بزرگو! تاریخ آپ کے سامنے ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانے کو زمانۂ جاہلیت کہا جاتا ہے۔ یہ مختصر لفظ پوری تاریخ اپنے اندر رکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہونے سے پہلے دنیا کے لوگ اور خصوصاً عرب بالکل جاہل اور جاہلیت کے کاموں میں رات دن مشغول رہا کرتے تھے نہ تو وہاں ظاہری علوم تھے، نہ عرب میں کالج تھا نہ سکول نہ پرائمری سکول نہ مڈل سکول۔ اللہ تعالیٰ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم۔ الآیۃ۔ اللہ اس قوم کو امّی فرماتے ہیں اس قوم میں عقائد کے لحاظ سے کردار کے لحاظ سے جاہلیت کے بہت سے امور تھے، کردار اور عمل کے لحاظ سے ان میں قومیت تھی، ہر ایک گاؤں اور قبیلہ دوسرے گاؤں اور قبیلہ سے متنفّر تھا۔ ہر گاؤں اور قبیلے کا بڑا اپنے آپ کو خود مختار بادشاہ سمجھ رہا تھا۔ اس کے پیرو اس کے لئے جان دینے تیار ہو جاتے۔ زندگی گذارنے کے لئے ڈکیتیاں کرتے۔ ایک دوسرے کا مال چھینا ایک دوسرے کو قتل کرنا، لڑنا جھگڑنا اس کا شغل تھا۔ ایک میلہ لگا ہوا تھا اس میں ایک شخص اپنے خیمہ سے نکل کر باہر آتا ہے۔ اور بیٹھ کر اپنے پاؤں پھیلا کر لوگوں کو چیلنج دیتا ہے۔ جیسا کہ آپ کے ہاں جوا پر داؤ لگاتے ہیں۔ تو اس نے چیلنج دیا کہ ہے تم میں کوئی مرد کہ میرے ان پھیلائے ہوئے پاؤں کو سمیٹا سکے۔

اب یہ کوئی بات ہے کہ کہا کہ تم میں مردانگی اور بہادری ہو تو آؤ میرے پاؤں کو سمیٹ دو۔ ایک شخص نے سنا تو خیمہ سے نکل کر آیا اور تلوار اس کے پاؤں پر دے ماری اور پاؤں کاٹ کر رکھ دیا۔ اور کہا یہ لو میں نے تیرا پاؤں سمیٹ دیا ہے۔ اس بات پر لڑائی شروع ہوئی ایک بہت بڑے

عرصہ تک جاری رہی۔ اور بیشمار افراد دونوں طرف سے قتل ہوتے رہے جس کی منشا صرف وہی جاہلیت کی بات ہوتی۔ ہزاروں باتیں ہیں ان کی جاہلیت کی جس قوم میں اتنی سنگدلی ہو کہ اپنی بیٹی کو بچپن میں ذبح کریں اور وہ اس چیز کو عار سمجھیں کہ یہ بڑی ہو گی تو کوئی میرا داماد بنے گا۔ میری لڑکی سے شادی کرے گا۔ تو یہ میرے لئے عار ہو گی ۔۔۔ اتنا بھی نہ سوچتے کہ اگر شادی بیاہ نہ ہوتا تو خود کہاں سے پیدا ہوتے۔ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے۔

اور بیٹوں کو بھی قتل کرتے اس لئے کہ بڑے ہوں گے تو شادی بیاہ کھانے پینے کا چکر ہوگا۔ فقیری آئے گی تو کھانے پینے کے لئے روٹی نہیں ملے گی۔ اور جب بھوک سے اس وقت تڑپیں، تو اب ہی انہیں قتل کر دو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق۔ (فقر کے ڈر کی وجہ سے اپنی اولاد کو مت قتل کرو۔)

تو جس قوم کی یہ حالت ہو اتنی سنگدلی ہو کہ اپنے جگر گوشوں کو ذبح کرتی ہو۔ جیسا کہ آج بھی خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے اسی املاق اور فقر کے ڈر سے یہ کہتے ہیں کہ بچے کم پیدا کیا کرو ۔۔۔ اللہ اکبر گویا تم خود ہی رازق ہو ۔۔۔ دیکھئے جب تک کہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ یہ تھا۔ اور واقعی معنوں میں کہ ۔۔۔ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ (زمین میں کوئی جاندار نہیں مگر خدا اس کو روزی پہنچائے گا۔) تو کوئی کمی نہ تھی۔ آپ سب نے پاکستان کے قیام سے پہلے ایک روپے میں دس دس پندرہ پندرہ سیر گیہوں خریدا ہو گا۔ جبکہ یہ خاندانی منصوبہ بندی کی سکیم نہ تھی۔ روپے کی دو سیر مصری چینی جبکہ یہاں کارخانے بھی نہ تھے، باہر سے چینی آیا کرتی تھی۔ آج چھ روپے سیر نہیں ملتی ۔۔۔ تو اصل میں خدا ہمیں تھپیڑ مار رہا ہے کہ میرے کام میں دخل دینا شروع کر دیا۔ اب بعنوان رزق کے مسئلے کو۔ اور یہ بھی جاہلیت کا وہی طریقہ قتل ہے۔ قتل کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں۔

اپنی اولاد کو دین سے محروم رکھو اس ڈر سے کہ کیا کھائیں گے۔ اس لئے صرف کالجوں ہی میں پڑھاتے رہو تو یہ بھی تم نے قتل کر دیا دنیا میں اسے کچھ ملازمت مل بھی گئی۔ مگر آخرت اسکی تباہ ہوئی یا نہیں ۔۔۔؟
انگریزی کا تمدن اور انگریزی تعلیم ہی سارا مطمح نظر رہا۔ اور ہم انگریزی زبان دانی کے خلاف نہیں ہیں لوگ کہتے ہیں کہ مولوی انگریزی زبان اور مغربی ترقیات کے خلاف ہے۔ حاشا و کلا ہم تو کہتے ہیں کہ بھائی یورپ میں جتنے کارخانے ہیں اسلحہ کے اس سے زیادہ مسلمانوں کو بنانے چاہئیں۔ وہ ایٹم بم بناتے ہیں ہائیڈروجن بم بناتے ہیں، ہوائی جہاز اڑاتے ہیں سب سے پہلے تو یہ کام مسلمانوں کے کرنے کا تھا ۔۔۔ مسلمانوں نے سب سے پہلے طائف کے محاصرے میں منجنیق استعمال کیا جو اس زمانہ کی توپ تھی۔

اور اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے : واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم ۔ (کافروں کے مقابلہ میں جتنی بھی تمہاری قوت ہو طاقت ہو ہتھیار جمع کرو تاکہ تمہارا اور خدا کا دشمن اس سے ڈرا سکو ۔)

نماز کے لئے پانچ وقت ہیں اسے اللہ نے خاص اوقات سے مقید کر دیا ہے ۔ روزہ سال میں ایک ماہ ۔ حج عمر میں ایک دفعہ ۔ زکوٰۃ سال بھر میں اگر نصاب پورا ہو جائے ۔ وہ بھی چالیسواں یا عشر یا نصف العشر وغیرہ ۔ سب عبادات مقید ہیں ۔ محدود ہیں ۔ مگر یہاں تو عجیب لفظ ہے کہ ما استطعتم جتنی بھی تمہاری قوت ہو ۔ بس چلے ، مطلق چھوڑ دیا ۔۔۔ اور یورپ نے جو کچھ سیکھا ہے بنو عباس کے زمانہ میں یونانی علوم فلسفہ وغیرہ انہوں نے عربی میں ترجمہ کروایا پھر اندلس اور یورپ میں جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی اور وہاں تو اسلام کے بغیر عہد جاہلیت تھا ۔ تو یورپ نے اس دور میں پڑھا لکھا اور اسلام سے جو کچھ سیکھا اس پر عملدرآمد کیا ہم نے اسے پس پشت ڈال دیا ۔ نتیجۃً انہوں نے آ کر ہمارے اوپر حکومت شروع کر دی اور ہم نے ان سے صرف ان کی اخلاقی خرابیاں بے حیائی اور خدا فراموشی سیکھی ۔

۔۔۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دور جاہلیت نام ہے اس دور کا جس میں جہالت ہی جہالت تھی ۔ ایک دوسرے کا گلا کاٹتے تھے ۔ مال چھینتے تھے ، بغیر کسی منشاء کے وہ ایک دوسرے کے درپے ایذاء تھے ۔ اسلام نے آ کر یہ اعلان کر دیا کہ ۔۔۔ انما المؤمنون اخوۃ ۔۔۔ یہ اسی کروڑ مسلمان جتنے بھی ہیں جس ملک کے بھی ہیں جس رنگ کے بھی ہیں آپس میں بھائی ہیں ۔ ایک قوم ہیں ۔۔۔ یہ ہمارے ہاں جو صوبوں کا نام لیا جاتا ہے کہ ان کے حقوق الگ ہیں اور قومیں الگ الگ ہیں ۔۔۔ اللہ اکبر ۔۔۔ یہ سب اس انگریزی تعلیم کی برکت ہے ۔ ہم انگریزی کے ان علوم اور مضامین کے خلاف ہیں جو مسلمانوں کو افتراق اور انتشار سکھاتے ہیں ۔ یہ انگریزی جو ہے یہ کفر کے لئے پہلی سیڑھی بنی ہوئی ہے ۔ یہ ایک ہیولیٰ ہے جس شکل کو اس کے سانچے میں ڈال دیا اسے قبول کر لیتا ہے ۔ تو جو چیزیں مفید ہیں وہ تو اسلام نے پہلے چودہ سو برس پہلے اس کا سبق سکھایا ، یورپ نے نہیں جیسا کہ کتا کتوں سے لڑتا ہے اسی طرح یورپ آپس میں نہیں لڑ رہا یہ چین اور روس باہم نہیں لڑ رہے کیا یہ امریکہ دوسرے ممالک سے برسر پیکار نہیں ۔ ؟ کیا یہ سب مغربی ممالک کے طور طریقے نہیں ۔ ؟ روزانہ سنتے ہیں کہ اتنے ٹن بم گرائے گئے ، انسانیت ان کے ہاتھوں تباہ ہوتی ہے یا نہیں ۔ ؟ ہمارا اسلام ان باتوں کو قبول نہیں کرتا ۔ یہی مغربیت ہے اور انگریزی تہذیب و تعلیم جس کے ہم مخالف ہیں انگریزی زبان کے نہیں ۔ مگر یہ سب چیزیں انگریزی تعلیم میں ڈال دی گئی ہیں ۔۔۔ اسلام جب آیا تو ان لوگوں کو جو دیوانوں کی طرح ایک دوسرے کو

کاٹتے تھے، اُن لوگوں نے اسلام قبول کیا تو حالت یکسر بدل گئی اور وہ لوگ جو ایک دوسرے کے مال وجان اور عزت لوٹنا فخر سمجھتے تھے حالت یہ ہوگئی کہ مہاجرین جو مکہ معظمہ اور گرد و نواح کے کافروں کے ہاتھوں تنگ تھے اور انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو حضور اقدسؐ باہر سے آنے والے مہاجرین اور انصار یعنی مقامی باشندوں کے درمیان مواخاۃ اور بھائی چارہ قائم کیا۔ ایک انگریز مورخ کہتا ہے کہ اسلام کی ترقی کا پہلا بنیادی مواخاۃ تھا۔ اب بھی ـــ انما المومنون اخوۃ ـــ کی تلاوت کرتے ہیں اور اب بھی ہمارا اس پر ایمان ہے۔ مگر انہوں نے عملی شکل میں وہ چیز بتلا دی۔ حضرت سعدؓ مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں، رئیس ہیں۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف مکہ معظمہ کے باشندے تھے ایک بڑے تاجر اور مالدار تھے اللہ کے لئے انہوں نے وطن چھوڑا مدینہ منورہ آئے تو حضور اقدسؐ جو آنے والے مہاجرین کی مناسبت سے کسی انصاری سے اس کا بھائی چارہ قائم کراتے تو حضرت عبدالرحمان کا بھائی حضرت سعد بنوا دیا۔ حضرت سعدؓ خوشی خوشی اپنے بھائی کو ساتھ گھر لے گئے۔ کہا، بھائی یہ میرا مکان ہے تم میرے بھائی ہو تو یہ مکان آدھا آپ کا ہے۔ آدھا میرا ہے۔ یہ زمین ہے آدھی آپ کی آدھی میری۔ اور ایثار کا سب سے بڑا مظاہرہ جو فرمایا وہ یہ کہ عرب جو غیور تھے اور عربوں میں غیرت بدرجہ اتم موجود تھی۔ مگر یہاں مسئلہ اسلامی مواخاۃ اور بھائی چارے کا آگیا تو سعد بن معاذ نے حضرت عبدالرحمانؓ سے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں تمہاری کوئی بیوی نہیں تم اگر چاہو تو جو بیوی بھی چاہو اُسے طلاق دیدوں اور عدت گزرنے کے بعد تم اس سے نکاح کر لو۔ حضرت عبدالرحمان نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے مال اور اہل وعیال میں برکت ڈال دے اور سب کچھ تجھے مبارک رہے مجھے بازار کا راستہ بتلا دو میں خود کام کاج کروں گا۔

ـــ تو وہ قوم کہ ایک ایک پائی کے لئے راستے لوٹتی اور بلاوجہ قتل کرتی اس قوم کی ایسی حالت ہوگئی۔ میں حیران رہ جاتا ہوں کہ اسلام اور حضورؐ کی تعلیمات سے کیسا انقلاب آیا۔؟

جس ملک میں نہ کالج تھا نہ سکول نہ اکیڈمی تو ایمانداری سے کہو کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے کمانڈر اور جرنیل کو آج تک کسی قوم نے پیش کیا ہے۔ جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت کو الٹ دیا ـــ اور حضرت عمرؓ نے جب حضرت خالدؓ کو کمانڈر سے سپاہی بنا دیا تو ذرا بھی حکم عدولی نہ کی فرمایا کہ الحمدللہ کہ اب تک میں لڑاتا رہا اب خود سپاہیوں کی صفوں میں لڑتا رہوں گا۔ یہ تو میری ترقی ہوگئی ـــ

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف رائے کی بناء پر کچھ شکر رنجی ہوگئی تو جبکہ دونوں کے درمیان لڑائی برپا تھی۔ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں قیصر روم قاصد بھیجتا ہے۔ کہ تمہاری لڑائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں اسلحہ، روپے، کپڑے، غلے، دوائیوں سے

آپ کی مدد کروں لیکن حضرت معاویہؓ خط کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اے عجمی کتے تم ہمیں لڑانا چاہتے ہو۔ تمہارا اس میں کیا دخل ہے۔ خدا کی قسم حضرت علیؓ جس دن اعلان کریں کہ میں قیصر روم سے جہاد کرنا چاہتا ہوں تو میدانِ جنگ میں ان کے لشکر کا میں پہلا سپاہی ہوں گا۔ قیصر روم یہ جواب پاکر ٹھنڈا ہو گیا۔ اور ایک ہماری حالت ہے۔ آج ہم سے مشرقی پاکستان کس نے الگ کرایا۔ یہ روس ہی تو ہے۔ ہندو تو ہے۔ کوئی نئی پالیسی نہیں، دشمن ہمیشہ ہمارے اختلافات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور ہم ان کے آلہ کار بن جاتے ہیں۔ اور ایک صحابہؓ کی ایمان کی پختگی تھی۔

—— تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کیا کوئی قوم خالد بن الولید جیسا جرنیل پیش کر سکتی ہے۔ جو سر سے پاؤں تک اللہ کی راہ میں زخمی ہوئے جسم کا کوئی ایسا حصہ نہ تھا جس پر زخم کا نشان نہ ہو اور انتقال ہونے کا وقت چارپائی پر آیا۔ تو دو باتیں فرمائیں ایک یہ کہ مسلمانو! اگر موت جہاد اور لڑائیوں میں شرکت کی وجہ سے آتی ہے تو میں ایک نمونہ ہوں کہ کونسی لڑائی ایسی ہے جس میں میں نے شرکت نہ کی ہو اور پہلی صف نہ لڑا ہوں مگر آج میں چارپائی پر مر رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ موت اللہ کے اختیار میں ہے۔ موت سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ یہ ایک شجاعت کا سبق دیا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ تمام عمر کی تمنا تھی کہ میں میدان جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے شہید ہو جاؤں مگر افسوس کہ میری تمنا پوری نہ ہو رہی ہے۔ اور میری روح چارپائی پر نکل رہی ہے —— اللہ ربی یہ تو حضرت خالدؓ کی شانِ عبدیت تھی۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ ان کی قربانیوں کی کوئی حد نہیں ایک جہاد غالباً غزوہ موتہ میں کافروں کو قتل کرتے کرتے سات یا نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ:

خالد سیفٌ من سیوف اللہ —— خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

—— تو اب تلوار کا کام اوروں کو کاٹنا ہے۔ خود کٹنا نہیں۔ تو حضورِ اقدس ﷺ نے یہ خطاب خالدؓ کو دیا کہ "خدا کی تلوار"۔ تو اگر خالد بن ولید بھی کسی میدانِ جنگ میں کافروں کے ہاتھوں شہید ہو جاتے تو لوگ کہتے کہ یہ تلوار تو کاٹنے کی بجائے خود کٹ گئی —— تو اللہ کو حضورِ اقدس ﷺ کے عطا کردہ خطاب کی لاج رکھنی تھی۔ پیغمبر کی زبان سے ایک لقب —— سیف اللہ —— تجویز ہوا تو خدا نے اس وجہ سے انہیں کافروں کے ہاتھوں نہ مارا ——

پھر حضرت عمر فاروقؓ جیسے عادل ماہر قانون اور حق و انصاف کو دنیا میں پھیلانے والا آج کوئی بتلا سکتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں پاکستان کابل اندلس الغرض یورپ افریقہ ایشیا میں فتوحات ہوئیں۔ کیا ایسے حکمران اور فاتح اوروں کے پاس ہیں۔؟

حضرت عمرؓ نے ایران فتح کیا جس پر آج ہمارے شیعہ بھائی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ان کے صدقے سے کھا رہے ہیں۔ انہیں حضرت عمرؓ وعثمانؓ کا نام سننا گوارا نہیں۔ یہ آپ کی لاعلمی ہے۔ اگر آج ہے تو ماؤزے تنگ کی قدر ہے، اور مارکس کی قدر ہے آپ کو اپنے اکابر واسلاف کیا معلوم نہیں کہ ان کی سیاست ان کی شجاعت ان کا تقویٰ ان کا زہد کیسا تھا صحابیت کی اونچی شان تو ایک طرف کہ وہ تو بہت اونچے درجے ہیں ——۔

یورپ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے اکابر کی سیرت اور سیاست سے سبق لینا چاہا کہ انہوں نے کیسی حکومت کی۔؟ حضرت عمرؓ کے پاس لاکھوں کروڑوں کی مال و دولت آئی مگر خود فقیر رہے۔ کسریٰ کے تاج وتخت قدموں میں آئے۔

حضرت عمرؓ کی یہ حالت تھی کہ بیت المقدس کو فتح کرنے جا رہے ہیں کپڑے پھٹے پرانے ہیں۔ ایک اونٹنی ساتھ ایک غلام باری باری سواری کر رہے ہیں۔ ایک منزل مالک سوار ہوتا ہے تو دوسری منزل تک غلام۔ بیت المقدس جو عیسائیوں اور یہودیوں کا مرکزی مقام تھا اور اب وہ لوگ مفتوح بھی تھے۔ تو شہر سے باہر میلوں استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ سونے چاندی کے تمغوں اور لباس فاخرہ میں ملبوس فاتح کے استقبال کے لئے نکلے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح مسلمانوں کے سپہ سالار نے آگے بڑھ کر درخواست کی کہ آپ امیر المومنین ہیں، فاتح ہیں اور آپ کے کپڑے بوسیدہ اور میلے ہو گئے۔ نئے کپڑے پیش کر دئے کہ بدل لیجئے۔ اور آج تو ہم اگر ویسے بھی گھر سے نکلتے ہیں تو دو گھنٹے کنگھی کرنے کپڑے اور سوٹ بوٹ ٹھیک کرنے پر لگ جاتے ہیں۔ مگر امیر المومنین بیت المقدس پر یعنی عیسائیت اور یہودیت پر اسلام کی فتح کا جھنڈا گاڑنے جا رہے ہیں۔ ہزاروں لوگ استقبال کے لئے ہیں۔ بظاہر شان وشوکت دکھانا چاہیئے تھا۔ مگر کپڑوں پر کئی پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ان کے راہبوں اور پادریوں نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ ایک شخص اونٹنی پر سوار ہے۔ دوسرا مہار تھامے جا رہا ہے۔ تو کہا کہ ہماری کتابوں اور پیشنگوئیوں میں فاتح بیت المقدس کا جو حلیہ ہے وہ تو اونٹ پر بیٹھے ہوئے شخص پر چسپاں نہیں ہوتا مسلمانوں سے پوچھا تو کہا کہ نہیں یہ مہار پکڑے ہوئے شخص امیر المومنین ہے چونکہ اس وقت باری خادم کی سواری تھی اس لئے غلام سوار ہے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر انہوں نے اعتراف کیا کہ اسی ہیئت اور حلیہ والا شخص ہی فاتح بیت المقدس ہے جس کی علامتیں کتابوں میں لکھی ہیں۔ الغرض کپڑے پیش ہوئے تو حضرت عمرؓ نے رد کر دیئے ناگواری ظاہر فرمائی اور فرمایا: نحن قوم اعزنا اللّٰہ

بالاسلام۔ (ہم مسلمانوں کو اللہ نے اسلام ہی کی بدولت عزّت دی۔)

کیا عزت کپڑوں میں ہے، بنگلوں اور موٹروں سے ہے۔ ایرکنڈیشنوں سے ہے فلموں اور تصویروں سے ہے ہم لوگ تو یہی سمجھتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ عزّت نہیں ساری عزّت اللہ نے اسلام کی برکت سے دی ہمیں پرانے پھٹے کپڑوں میں اللہ نے فتح دی، ہم کیوں اپنی حالت کو بدلیں۔ اور عزّت اللہ نے کیسی دی، کیسا دبدبہ دیا کہ ایک دوسرے موقعہ پر حضرت عمرؓ نے ٹھہر کر پیچھے دیکھا تو ہزاروں کی فوج جو پیچھے تھی آپ کی گردن مڑتے ہی سہم گئی، دب گئی ہیبت فاروقی سے۔

ایک موقع پر حضرت عمرؓ ایک درخت کے نیچے کھڑے میں رو پڑے فرمایا اللہ اکبر۔ اور فرمایا میں اپنی جوانی کے آغاز میں اس جنگل میں اپنے والد کا ایک اونٹ چرا تا رہا۔ اس درخت کے نیچے آکر ٹھہر گیا کہ آرام کروں ایک دن میری آنکھ لگ گئی تو اونٹ کہیں غائب ہوگیا۔ والد صاحب نے آکر ڈانٹا، چپت رسید کی۔ کہ ہماری ساری معیشت کا دارو مدار تو صرف یہی اونٹ تھا تو نے اسے گم کر دیا۔ تو اب ذریعۂ معاش کیا ہوگا۔ فرمایا کہ آج وہی عمرؓ ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسی مخلوق نہیں جس سے حضرت عمرؓ ڈرتا ہو — تو یہ ہے اصل وجاہت اور عزّت — ایک ہاتھ میں قرآن ہے ایک میں تلوار لیکن فتح بیت المقدس کے وقت بھی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہمیں اپنے بزرگوں کی سیرت معلوم نہیں اور یہ کہ اسلام نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اور جس وقت حضرت عمرؓ کا انتقال ہو رہا تھا تو اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ تم میرے گھر بار کو بیچ کر اس سے میرا قرض ادا کر دو تو جس کی سلطنت لاکھوں مربع میل تھی جو کسریٰ و قیصر کا تاج و تخت کا وارث بنا وہ اپنے بیٹے کو قرض پورا کرنے کے لئے جائداد بیچنے کی وصیّت فرماتے ہیں فرمایا اگر اس سے بھی پورا نہ ہو سکے تو میرے چچازاد بھائیوں اور قریبی عزیزوں سے مدد لیکر قرض ادا کر دینا، بخاری شریف میں اب تک اس مکان کا نام بیت القضاء ہے کیا ایسی ہستی آپ کو اوروں کے ہاں مل سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسلام کو مٹاتا نہیں۔ جہاں بھی ایسی باتیں شروع ہونے لگیں کہ خدانخواستہ اس کے فروغ سے اسلام میں اضمحلال آنے لگے تو احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مجدّد کو بھیج دیتا ہے جو مٹے ہوئے نقوش کو پھر تر و تازہ کر دیتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بھی یہی شان مجدّدیت تھی ان سے پہلے خاندان بنو امیہ بہت ہی سخت گیر تھا۔ اور اسلامی حالت میں جب کچھ اضمحلال آنے لگا تو اللہ نے اسی خاندان میں سے آپ کو پیدا کیا۔ آپ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اعلان کیا کہ اسلام صرف نام نہیں اس کے کچھ فرائض ہیں، واجبات ہیں۔

مندوبات ہیں، تقاضے ہیں، اس کو پورا کرنا ہوگا۔ یہ تھا آرڈیننس ہمارے ہاں بھی آرڈیننس جاری ہوتے ہیں۔ یہ پہلا آرڈر تھا۔ تمام سرکاری ملازمین جن کی تعداد ہزاروں ہوگی، کو حکم دیا کہ اہم ترین چیز میری نگاہوں میں فریضۂ صلوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی حکم جاری کیا تھا کہ: ان اهم امورکم عندی الصلوٰۃ فمن اقامها فقد اقام الدین ومن ضیعها فهو لما سواها اضیع۔ (کہ میرے نزدیک تمہارے سب کاموں میں اہم کام نماز کی ادائیگی ہے۔ اور پھر وجہ بتلا دی کہ تمام ملازمین خلیفہ کے ڈر سے بادشاہ کے ڈر سے کام کرتے ہیں۔ اور حاکم و خلیفہ کی حیثیت تو اللہ رب العزت مالک الملک کے سامنے کچھ بھی نہیں، تو جو سرکاری ملازم اللہ سے نہیں ڈرتا، اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا وہ کیا امیر کے حکم مانے گا، جو نماز سے پابندی نہیں کرتا۔ جو خدا سے نہیں ڈرتا تو فرائض منصبی کبھی بھی انجام نہیں دے سکتا۔ اللہ نے فرمایا الذین ان مکنّٰهم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ۔ یعنی مسلمانوں کی حکومت کا منشور اللہ نے بتلا دیا کہ اگر ہم ان کو تمکنت قوت اور سلطنت دیں تو کیا کریں گے۔؟ اقامت صلوٰۃ — اللہ کی تابعداری کیطرف لوگوں کو مائل کریں گے، لوگوں سے کہیں گے کہ شراب مت پیو، قتل مت کرو، ڈکیتی زنا مت کرو۔ آپس میں مت لڑو۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تخت پر بیٹھتے ہی اس منشور پر عمل کر دکھایا اور آباء و اجداد اور پیش رو حکمرانوں کی ایسی تمام جاگیریں اصل مالکوں کو واپس کرا دیں جو انہوں نے جبر سے الاٹ کرائی تھیں، خود فقیرانہ زندگی اختیار کی، نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ جنگل میں بھیڑ اور بکری ایک جگہ سے پانی پینے لگے۔ اور اگر بادشاہ اور حکومت کے کارندے مخلص ہوں، خدا ترس ہوں تو خدا کی قسم نہ پولیس کی ضرورت ہوگی نہ فوج کی اور جہاں نیک آدمی کے اثرات انسانوں پر پڑتے ہیں۔ وہاں جنگلی جانوروں پہ جنگلوں صحراؤں پر بھی نیک حاکم کی نیکی کا اثر ہوتا ہے۔ تو تمام مسلمان قوم اور پورا حکمران عادل کی نیکی سے کیوں متاثر نہ ہوگا۔؟ حضور اقدسؐ کے فیض سے حضرت عمرؓ پیدا ہوگئے، حضرت صدیقؓ پیدا ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا: ما صبّ الله فی صدری صببته فی صدر ابی بکر — اللہ نے جو کچھ میرے سینہ میں ڈال دیا وہ میں نے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا — وہ آئینہ ہیں کمالات نبوت کے ایک شخص صاف ستھرا حسین و جمیل اچھے لباس میں آئینہ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ تو ویسا ہی سب کچھ آئینہ میں آجاتا ہے۔ اور جہاں حضور اقدسؐ نے جیسے جواب دیا مثلاً صلح حدیبیہ میں تو حضرت عمرؓ نے جاکر سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے ذکر کیا تو وہی الفاظ آپ کے بھی ہوتے قبل از نبوت بھی حضور اقدسؐ کی شان میں جو آیا ہے کہ: انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔ کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نواز ہیں مصیبتوں

میں مددگار ہیں تو یہی الفاظ اور یہی صفات ابن دغنہ نے ابوبکر صدیقؓ کے بارہ میں بھی کہے کہ انك تحمل الکل وتقری الضیف — الخ ۔ ابوبکرؓ نے ختم نبوت کی جڑیں لگا دیں ۔ اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رہیں گی ۔ سب سے پہلے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب سے ابوبکر صدیقؓ نے جہاد کیا ہزاروں صحابہؓ شہید ہوئے ۔ مگر ختم نبوت کی جڑوں کو عالم میں گھاڑ دیا ۔ اور آج تک اسوۂ صدیقی ہمارے لئے مشعل ہدایت ہے ———۔

ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ عرض کرتے ہیں کہ اے ابوبکر کچھ نرمی کرنی چاہئے ۔ فرمایا ۔ اے عمر! اجبارٌ فی الجاهلية وخوارٌ فی الاسلام ۔ جاہلیت کے زمانہ میں تو آپ بڑے طاقتور اور جابر تھے ۔ اب کیوں سستی دکھا رہے ہو ۔ اور فرمایا کہ حضرت اسامہؓ کے ہاتھ میں حضور اقدسؐ نے مرض وصال میں جھنڈا دیا تھا ۔ اور کہا کہ تو کسریٰ کے مقابلہ میں جا ۔ اب بھی ایسا ہی ہوگا ۔ اور ابوبکر کی کیا مجال ہے کہ اس سے جھنڈا چھین لے اور روک دے لوگوں نے کہا کہ فوج باہر چلی جائے تو دشمن مدینہ میں آگھسے گا ۔ فرمایا خدا کی قسم ابوبکر اکیلا یہاں رہے گا ۔ دشمن کی فوج آکر میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ کر دے مگر یہ برداشت نہیں کرتا کہ حضورؐ کے فیصلے اور حکم کو روک دوں اور ایک سنت میں التوا یا تاخیر کروں تو دیکھئے اس میں بھی کتنی بڑی سیاسی مصلحت تھی کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا دشمن موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہتا ۔ سی آئی ڈی جاکر خبر دیتی کہ ملک میں فتنہ ہے خلفشار برپا ہے ۔ حضورؐ انتقال فرما چکے ہیں تو وہاں ساتھ ہی یہ اطلاع بھی دیتی کہ مسلمانوں کی جرار فوج تو سرحدات کیطرف بڑھ رہی ہے ۔ اور دشمن سوچتا کہ مسلمانوں میں اندرونی انتشار ہوتا تو یہ لوگ ہماری سرحدات پر کیسے جمع ہو سکتے ۔؟

—— تو آج ابوبکرؓ جیسا صدیق حضرت عمرؓ جیسا عادل عثمان غنیؓ جیسا زاہد و قانع حضرت علی جیسا حیدر کرار ، خالد بن ولید جیسے مجاہد اور ابوعبیدہ بن الجراح جیسے امین کوئی پیش کر سکتا ہے ۔ یورپ کے پڑھے ہوئے یورپ کی ڈگریوں والے کیا کوئی ان کے برابر ہو سکتے ہیں ۔ یہ اسلامی انقلاب تعلیم اور حضورؐ کی تربیت کا نتیجہ تھا ۔ حضرت سلمان فارسی نے بڑی قربانیاں دیں ۔ کئی دفعہ غلام بنائے گئے مگر منزل مقصود مدینہ منورہ پہنچ گئے حضورؐ کی خدمت میں مشرف باسلام ہوئے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آپ ایران کے گورنر بنے ، جب ان سے پوچھا جاتا کہ آپ کا نام کیا ہے ۔ تو فرماتے اسلام تمہارے والد کا نام کہتے اسلام ، ملک کا نام فرماتے ۔ اسلام تمہارے مذہب کا نام فرماتے اسلام —— الحمد للہ الذی اعزنا اللہ بالاسلام ۔ اور خداوند قدوس کا ارشاد ہے ۔ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون ۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ منافق ہم کچھ بکیں اور شان نزول یہ تھا کہ منافقوں

نے کہا کہ یہ پردیسی یہ مسافر یہ فقیر صحابہؓ ہمارے ملک میں آکر ہمیں مکّہ دکھاتے ہیں اور شریر آدمی تو ہر جگہ شر پھیلاتا رہتا ہے۔ تو عبداللہ بن ابی منافق نے کہا کہ اس دفعہ ہم مدینہ واپس ہوئے تو ان مسافروں کو جو (نعوذ باللہ) ذلیل ہیں نکال دیں گے ــــــ خداوند کریم تو غیور ہیں۔ میں کہتا ہوں خدا کی قسم صحابہؓ کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول کی اتنی محبت ہے کہ جہاں ان پہ کوئی چوٹ پڑتی ہے۔ اللہ نے وہاں سختی سے جواب دیا ہے۔ حضورؐ کے غضب جوش میں آجاتا ہے۔ تو اللہ نے منافقوں کی بات سن کر فرمایا کہ تم ان کو ذلیل کہتے ہیں۔ وللہ العزۃ ۔عزت کا مرکز اور منبع تو اللہ ہے۔ ولرسولہ دوسرے نمبر پہ عزت کا مقام رسول کا ہے۔ اور پھر ــ وللمومنین ــــ جن کو تم اذل کہتے ہو۔ مہاجر پردیسی مساکین سمجھتے ہو۔ اللہ نے ان کو عزت دی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ مہاجر ہیں حضرت عمرؓ مہاجر حضرت عثمانؓ مہاجر۔ حضرت علیؓ مہاجر ــــــ میں کیا عرض کروں، ہماری تباہی کا سبب ہم خود ہیں ــــ ایک رسالہ میں ایک خواب شائع ہوا ہے کہ ایک بڑے دیندار آدمی نے خواب میں دیکھا کہ حضورِ اقدسؐ کی مجلس میں علماء اور دیگر لوگ بیٹھے ہیں۔ تو ایک عالم نے کھڑے ہو کر پاکستان کی حالت زار بیان کی کہ ہزاروں میل زمین کافروں نے چھین لی، اتنے مسلمان قید ہوئے یہ حالت ہے ــــ تو فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدسؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا کہ : ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ اگر تم خدا کے دین کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت کریگا۔ اور فرمایا کہ تمہاری ذلت کی اسی حالت پہ فرشتے روئے۔ مگر خدا نے انہیں امداد کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اور فرمایا کہ دیکھو مسلمانوں نے میری نبوت کا مذاق اڑایا۔ سب سے پہلے حملہ تو مسیلمہ کذاب نے نبوت ہی پر کیا تھا۔ اور اب تک مذاق اڑایا جارہا ہے۔ میرے صحابہؓ کی توہین کی جارہی ہے ــــــ

{ اور افسوس کہ ہمارے اندر ہی ایک جماعت کی آواز ہے شیعوں کی کہ ہمارا نصاب تعلیم الگ ہو تاکہ اس سے صحابہؓ اور خلفاء راشدین کا نام نکالا جاسکے۔ }

{ ہم تو اہل بیت کے غلام ہیں حضرت علیؓ کے عبداللہ بن عباس اور حضرت عباس کے حضرت حسن اور حضرت حسین کے غلام ہیں۔ اور آج تک جو سادات ہیں چاہے ان کا عمل جیسا بھی ہو مگر سید کی تعظیم اور احترام اس نگاہ سے کریں گے کہ حضورِ اقدسؐ کی طرف نسبت ہے۔ ہم تو ان سب کے خادم اور غلام ہیں۔ لیکن کبھی اگر ہمارا نصاب، ہماری تعلیم، ہمارے بچے شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سیرت سے واقف نہ ہو سکے تو وہ کیا سلطنت کر سکیں گے۔ }

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی سیرت سے بے خبر نہ ہو تو وہ کیا کریں گے۔ صرف تبرا بازی اور لڑنا لڑانا کام رہ جائے گا۔ الغرض اسلام کی ایک بات مواخاۃ تھی۔ اسلام لانے کے بعد وہ ایسے

بھائی بنے کہ اپنے گھروں کو تقسیم کرنے لگے کہ ویؤثرون علیٰ انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ
اور رسول اللہ نے فرمایا کہ ـــــ من نفس عن مسلم کربۃ من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ
کربۃ من کرب الدنیا والآخرۃ ـــــ تم تھوڑی سی کسی کی دنیوی تکلیف ہٹا دو گے تو اللہ قیامت
کے دن میں اور دنیا میں تمہاری بڑی سے بڑی تکلیفیں دور کر دے گا۔ اور فرمایا: من ستر علیٰ مسلم
ستر اللہ علیہ فی الدنیا والآخرۃ۔ جس نے کسی مسلمان بھائی پہ پردہ ڈالدیا اللہ دنیا اور آخرت میں اس
کی ستر پوشی کرے گا۔ اور فرمایا: واللہ فی عون العبد ما دام فی عون اخیہ ـــ اللہ بندے کی
مدد کرتا ہے جب تک بندہ کی نیت اوروں کے بارہ میں صاف ہو۔ تو اس وقت اگر ہم یہ ایک
سبق سیکھ لیں بھائی چارہ اور اخوت و ہمدردی کی آپس میں بھلائی اگر اس سبق کو اپنا لیں تو حالت بدل
سکتی ہے۔ ہم نے یہ سبق بھلا دیا تو آج ہمارے ملک میں بدامنی ہے۔ اور آج مالک مزدور زمیندار
غیر زمیندار کارخانہ دار دکاندار، کرایہ دار باپ بیٹیا شوہر بیوی کی لڑائی کہیں نہ ہوگی۔ یہ بھی حدیث میں
آتا ہے کہ جب ملک کے با اقتدار لوگ پالیسی بنانے والے جب اپنی پالیسی قرآن کے خلاف بنائیں
گے تو خدا ان کو آپس میں لڑا دے گا۔ آج ہم ایک سوراخ بند کرتے ہیں تو شام تک پھر سو نئے سوراخ
کھل جاتے ہیں۔ اتنے قتل ہوئے اتنے فسادات ہوئے بس یہی خبریں ہوتی ہیں۔

یہ سب کچھ ہماری دین کی ناقدری کا نتیجہ ہے۔ اور دیکھو جوتے میں اگر گندگی لگی ہو تو برا نہیں لگتا
کیونکہ جوتے گندگی ہی میں پھرتے ہیں۔ لیکن اس پگڑی اور صافہ میں ذرا سی نجاست لگ جائے تو ہر
شخص کہے گا کہ تمہارا صافہ پلید ہو گیا۔ تو مسلمان اللہ کا محبوب ہے اور حضورؐ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کی
بڑی عزت ہے مگر خدا کے ہاں مومن کی حرمت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ
نے آخری وصیت کے طور پہ فرمایا: مسلمانوں یہ کونسا دن ہے۔ کہا عرفہ۔ پھر فرمایا کونسا مہینہ۔ کہا، ذی الحجہ
پھر فرمایا کونسا مقام ہے کہا حرم شریف۔ اور اس موسم اور حرم میں تو کافر بھی ایک دوسرے کی عزت و آبرو
کی بے حرمتی نہیں کرتے تھے۔ مگر آج طواف بھی کرتے ہو تو جیب کٹ جائے گی، حاجیوں سے پوچھ
لو ـــ فرمایا حضورؐ نے کہ تمہاری عزت و حرمت مال و آبرو ایک دوسرے پہ اسی طرح حرام ہے جسطرح
یہ شہر یہ مہینہ یہ دن اور یہ مقام محترم ہے۔

اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، تمام مسلمانوں کو متفق کر دے اللہ
ہمیں اپنے راستہ پہ لگا دے اور حضورؐ کی سنت کی پیروی صحابہ تابعین تبع تابعین کے نقش قدم
پہ چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔